30

ہماری جماعت قانون کی پابندی اپنا فرض سمجھتی ہے

(فرمودہ ۲۴ اگست ۱۹۲۳ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

میں نے پچھلی دفعہ اس امر کے متعلق کچھ بیان کیا تھا کہ مومن کو دین کا کام کس طرح کرنا چاہیئے۔ چونکہ اس سوال کے حل کرنے کے لئے یہ ضرورت تھی کہ بتایا جائے مومن کا اور خدا تعالیٰ کا کیا تعلق ہے۔ اور مومن کی ایمان کے لحاظ سے کیا ذمہ داریاں ہیں۔ اس لئے میں نے پہلے اس امر کو بیان کیا کہ مومن اور خدا کا کیا تعلق ہے۔ باقی حصہ کے متعلق میں نے وعدہ کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اگلے جمعہ بیان کروں گا۔ لیکن آج چونکہ اتفاقاً" دیر ہو گئی ہے اور وقت تنگ ہے۔ اس حصہ کو اگلے جمعہ پر ملتوی کرتا ہوں اور آج میں ایک اور بات کی طرف دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں اور ان لوگوں کو بھی جن تک میرا یہ خطبہ پہنچے۔ خواہ وہ احمدیہ جماعت میں ہوں یا نہ ہوں۔ مگر مسلمان کہلاتے ہوں۔ جو کچھ میں اس وقت کہنا چاہتا ہوں وہ ایسے امر کے متعلق ہے جو واقعات حاضرہ سے تعلق رکھتا ہے مگر میں نے دیکھا ہے لوگوں کو خواہ کیسی ہی اچھی بات بتائی جائے اس وقت تک اس کی طرف توجہ نہیں کرتے جب تک تجربہ کرکے اور ٹھوکریں کھا کر نقصان نہیں اٹھا لیتے۔ پچھلے دنوں مسلمانوں میں خصوصاً اور تمام اہل ہند میں عموماً" ایک ہیجان پیدا ہوا تھا۔ اس وقت مسلمانوں نے ایسی حرکات کیں۔ جو اخلاقاً" عقلاً" اور مذہباً" ناجائز تھیں۔ اس وقت میں نے محض اخلاص سے اپنے اہل ملک کو عموماً" اور ان لوگوں کو خصوصاً جو نام میں ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ صحیح مشورہ دیا تھا۔ کیونکہ خواہ عقائد کے لحاظ سے ہم سے ان کا کتنا ہی اختلاف ہو۔ مگر چونکہ مسلمان کہلاتے ہیں اس لئے سیاسی لحاظ سے اگر ان کو فائدہ پہنچے تو ہم بھی فائدہ کے مستحق ہیں۔ چاہے ہمیں وہ فائدہ نہ اٹھانے دیں۔ اور اگر انہیں نقصان پہنچے تو ہم کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ چاہے وہ ہمیں کافر کہیں کیونکہ دنیا اس برتاؤ سے ہمیں مستثنیٰ نہیں کرتی جو مسلمانوں سے کرتی ہے اور..... ہم...... اس برتاؤ سے الگ نہیں ہو سکتے جو مسلمانوں سے کیا جاتا ہے۔ اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم ان کے

سامنے نیک اور صحیح رائے پیش کر دیں۔ آگے ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے مگر میں نے دیکھا ہے کہ ایسے موقع پر مسلمان خصوصیت سے ناراض ہوتے ہیں اور کہتے ہیں تم کیوں بول پڑتے ہو۔ مسلمانوں نے جب کوئی ایسا قدم اٹھایا جس سے ان کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔ اور میں نے اس سے باز رکھنے کی کوشش کی تو مسلمان ناراض ہوئے اور کئی لوگوں نے مجھے کہا کہ آپ نے کیوں دخل دیا؟ اس کے متعلق اول تو میں کہتا ہوں کہ یہ عقل اور انسانیت کے خلاف ہے کہ کسی کو ہلاک اور برباد ہوتے دیکھا جائے اور اسے روکا نہ جائے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے کہ کوئی گڑھے میں گرنے لگے اور اسے بچانے کی کوشش کی جائے تو وہ کہے تجھے کیا۔ تو مجھے کیوں نصیحت کرتا ہے۔ اگر ایک انسان کو دوسرے انسان سے اتنا بھی تعلق نہیں تو وہ انسان ہی کیا ہیں۔ پس ایسے موقع پر اگر ہم چپ رہیں تو انسانی دائرہ سے نکل جاتے ہیں کیونکہ مومن کا یہ فرض ہے کہ جب کوئی گڑھے میں گرنے لگے تو اسے بچانے کی کوشش کرے۔ چاہے گرنے والا برا ہی منائے۔ پس ہمارے دخل دینے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہمیں اخلاق اجازت نہیں دیتے کہ کسی کا نقصان ہوتا دیکھیں اور چپ رہیں۔ دوسرے خواہ تم ہمیں اپنے سے الگ کرو۔ اور ہمیں مسلمان نہ سمجھو مگر چونکہ تمہارے معاملات کا ہم پر بھی اثر پڑتا ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ تمہیں مشورہ دیں۔ مثلاً اگر دو شخص ایک رسی میں بندھے ہوں ان میں سے ایک کنوئیں میں گرنے لگے اور دوسرا روکے تو وہ کہے تجھے کیا ہے۔ تو کیوں دخل دیتا ہے۔ تو اس کے یہ کہنے سے دوسرا شخص خاموش نہیں رہ سکتا کیونکہ اس کے ساتھی کے گرنے کا اثر اس پر بھی پڑتا ہے یہی حالت ہماری ہے۔ مسلمان خواہ ہمیں اپنے سے الگ کریں۔ لیکن دنیا چونکہ الگ نہیں سمجھتی اس لئے ان کے نقصان کے ساتھ ہمیں بھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اور یہ کوئی خیالی بات نہیں بلکہ ہمارے پاس ثبوت ہے کہ دوسروں کی حرکات کی وجہ سے ہمارے آدمیوں نے سزا پائی۔ رولٹ ایکٹ جو پنجابی زبان کے لحاظ سے ایسا "رولا" (شور) تھا جس نے سارے ملک میں رولا ڈالا دیا تھا جب وہ بنا تو اس پر بعض جگہ فساد ہو گیا۔ اور گولیاں چل گئیں۔ پہلے تو اہل ملک نے کچھ دنوں تک گورنمنٹ پر یا گورنمنٹ کی وفاداری کرنے والوں پر ہاتھ صاف کئے چونکہ ہماری جماعت کے آمی کسی جگہ بھی فساد میں شامل نہ ہوئے نہ جلسوں میں شریک ہوئے نہ سٹرائکوں میں نہ مظاہروں میں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض جگہ ان کی دوکانیں لوٹی گئیں اور ان کو مارا اور پیٹا گیا۔ طرح طرح سے تنگ کیا گیا یہ تو اس وقت ہوا۔ پھر جب گورنمنٹ نے انتظام قائم کر لیا تو ادھر تو اعلان کیا کہ احمدی جماعت ہر جگہ فساد سے الگ رہی ہے اور اس نے گورنمنٹ کی بڑی خدمت کی ہے۔ اور ادھر لوگوں پر جو جرمانہ کیا۔ اس میں احمدیوں کو بھی شامل کر لیا۔ چنانچہ امرتسر' قصور' گوجرانوالہ وغیرہ میں احمدیوں کو جرمانہ میں شامل رکھا گیا اور باوجود اپیل پر اپیل کرنے کے ان کو

اس جرمانہ سے مستثنیٰ نہ کیا گیا۔ اور لطف یہ کہ دوسروں نے تو انکار کر دیا کہ ہم نہیں دیتے۔ مگر ہماری جماعت چونکہ قانون کی پابندی اپنا فرض سمجھتی ہے احمدی جاکر اتنا حصہ جرمانہ کا دے آئے اور گورنمنٹ نے شکریہ سے ان کا جرمانہ رکھ لیا۔ بتاؤ رولٹ ایکٹ کے متعلق شورش کے زمانہ میں ہم نے کیا کیا تھا۔ جس کے بدلہ میں ہمارے آدمیوں سے تاوان وصول کیا گیا۔ یہی کہ ہم بھی مسلمان تھے۔ اور چونکہ گورنمنٹ نے مسلمانوں پر تاوان لگایا تھا۔ اس لئے ہم کو بھی ساتھ ہی رکھ لیا۔ پس جبکہ گورنمنٹ کی نظر میں وہ اور ہم ایک ہی رسی میں بندھے ہوئے ہیں تو ضروری ہے کہ جب ان کو نقصان پہنچے اس وقت ہم کو بھی پہنچے۔ جب گورنمنٹ باوجود اس اقرار کے کہ احمدی جماعت اس شورش میں شامل نہیں ہوئی۔ اپنی کسی مصلحت کے ماتحت جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اور کسی انسان کی عقل میں بھی نہیں آسکتی۔ ہمارے آدمیوں کو بھی دوسروں کے ساتھ پھنساتی ہے تو ایسی حالت میں ہمارا حق ہے کہ دوسروں کو سمجھائیں۔ اور نقصان اٹھانے سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ پس ہمارا حق تھا۔ اور ہم نے اس وقت بھی سمجھایا مگر لوگ نادانی سے یہ خیال کرتے رہے کہ ہم گورنمنٹ کے ایجنٹ ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کوئی مفت بھی ایجنٹ ہوا کرتا ہے اور نہ صرف مفت بلکہ ایسا ایجنٹ بھی جس کو ادھر سے مار پڑے اور ادھر سے بھی۔ کیا کوئی ایجنٹ اس لئے کسی کی نوکری کیا کرتا ہے کہ تم بھی مارو اور تمہارے دشمن بھی ماریں۔ اگر نہیں تو بتاؤ گورنمنٹ نے ہمیں کیا دیا ہے۔ سب سے زیادہ گورنمنٹ کی تائید میں لکھنے والا تو میں ہوں۔ اگر میں گورنمنٹ کی تائید ذاتی یا قومی فوائد کے لئے کرتا ہوں تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ میں نے یا میرے خاندان نے گورنمنٹ سے کیا حاصل کیا ہے۔ میں تو گورنمنٹ کے بڑے سے بڑے انعام کو بھی اس کے مقابلہ میں نہایت ہی ادنیٰ سمجھتا ہوں جو مجھے خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ مگر لوگ گورنمنٹ کے خطاب کو بڑا سمجھتے ہیں۔ کیا میں نے گورنمنٹ سے کوئی خطاب لیا ہے۔ پھر لوگ عہدہ کو بڑا سمجھتے ہیں اور اس کے لئے خوشامد کرتے ہیں۔ کیا میں نے کسی رشتہ دار کو گورنمنٹ کا نوکر کرایا ہے۔ پھر لوگ اس لئے خوشامد کرتے ہیں کہ زمین ملے۔ کیا میں نے گورنمنٹ سے زمین لی ہے۔ پھر لوگ اس لئے خوشامد کرتے ہیں کہ کرسی نشین ہو جائیں۔ کیا میں نے کبھی ایسی خواہش کی ہے۔ یہ تو ذاتی اور خاندانی فوائد کے متعلق ہے۔ رہا قومی فائدہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ذاتی فائدہ نہیں اٹھایا۔ تو کیا ہوا۔ قوم کو فائدہ پہنچانے کے لئے گورنمنٹ کی خوشامد کرتے ہو۔ میں کہتا ہوں ہماری قوم سے مراد احمدی ہیں مغل نہیں۔ کیونکہ جو مغل احمدی نہیں وہ تو ہماری جان کے دشمن ہیں۔ احمدی قوم کو گورنمنٹ نے کونسا ایسا انعام دے دیا ہے۔ جو دوسروں کو نہیں دیا۔ بلکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے دوسروں کے فساد کرنے پر گورنمنٹ احمدیوں پر جرمانہ کرنے کے لئے تو تیار ہو گئی۔ گورنمنٹ نے اس موقع پر عیسائیوں کو چھوڑ دیا۔

جنہوں نے بھاگ بھاگ کر جانیں بچائیں۔ اور کچھ مدد نہ کی۔ یورپیوں کو بھی چھوڑ دیا جو اپنی کوٹھیوں میں بیٹھے رہے۔ مگر احمدیوں سے جرمانہ وصول کر لیا۔ جنہوں نے فسادیوں سے گالیاں سنیں۔ ماریں کھائیں۔ اور نقصان اٹھائے اور یہی نہیں کہ فساد سے الگ رہے بلکہ گورنمنٹ کی مدد کرتے رہے اور باوجود اس اقرار کے وصول کر لیا کہ احمدیوں نے اس موقع پر بہت اچھا کام کیا ہے۔ اگر یہی انعام ہے تو کیا اسی کے لئے ہم گورنمنٹ کی خوشامد کرتے ہیں۔ پھر دوسرے فوائد کے لحاظ سے دیکھ لو کہ ہماری جماعت گورنمنٹ سے کیا حاصل کر رہی ہے۔

گورنمنٹ کی پالیسی ہی ایسی نظر آتی ہے کہ جو جتنا شور مچائے اور گالیاں دے۔ اس سے اسی قدر زیادہ ڈرتی ہے۔ ہمارے تجربات اور ظاہری حالات بتاتے ہیں کہ کوئی خاص سہولت تو الگ رہی ہماری ضروری درخواستوں پر بھی توجہ نہیں کی جاتی۔ اسی قادیان میں آکر غیر احمدیوں نے جلسے کئے صریح اور کھلے الفاظ میں کہا احمدیوں کو قتل کر دینا چاہیئے اور ہمارے آقا اور ہادی کو جس کے لئے ہم اپنے جسم کا ذرہ ذرہ اڑانے اور اپنے خون کا ہر قطرہ بہانے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ فاسق فاجر کہا۔ اور گندی سے گندی گالیاں دیں۔ پولیس اور مجسٹریٹ کی موجودگی میں دیں۔ ہم نے اس کے متعلق گورنر کو تار بھی دیا۔ چٹھیاں بھی لکھیں اس وقت کے ڈپٹی کمشنر صاحب کو توجہ دلائی لیکن کسی نے کچھ بھی نہ کیا اور یہی کہا کہ جب فساد ہو گا دیکھا جائے گا۔ گویا اگر احمدی فساد نہیں کرتے اور گالیاں سن کر خاموش رہتے ہیں تو ان کو گورنمنٹ کی مدد سے ناامید ہو جانا چاہیئے۔ جلسہ پر متعین مجسٹریٹ نے اور پولیس نے بھی کچھ نہ کیا۔ اور مزے سے گالیاں سنتے رہے۔ مجسٹریٹ صاحب تو محض اپنی عزت اور نیک نامی کے لئے کہ انہوں نے بہت اچھا انتظام کیا۔ چپ چاپ بیٹھے رہے۔ اور بالا افسروں نے اس لئے توجہ نہ کی کہ چھوٹی سی جماعت ہے اس کی آواز پر کیا توجہ کرنی ہے۔ اگر اس کو کسی نے گالیاں دے دیں تو کیا ہوا؟ اس کے مقابلہ میں ہمارے اخباروں میں اگر کوئی مضمون جواب میں بھی چھپ جائے تو بھی گورنمنٹ جواب طلبی کے لئے تیار رہتی ہے کہ مولویوں یا آریوں کے متعلق یہ بات کیوں لکھی گئی۔ پس گورنمنٹ ہماری ایسی تو دوست ہے کہ اگر کوئی مارنے کے لئے آئے اور ہم اپنا بچاؤ کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائیں تو ہاتھ پکڑ لے اور کہدے جانے دو ورنہ اور کیا دوستی ہے۔

عراق کے فتح کرنے میں احمدیوں نے خون بہائے۔ اور میری تحریک پر سینکڑوں آدمی بھرتی ہو کر چلے گئے لیکن جب وہاں حکومت قائم ہو گئی تو گورنمنٹ نے یہ شرط تو کروائی کہ پادریوں کو عیسائیت کی اشاعت کرنے میں کوئی روک نہ ہوگی۔ مگر احمدیوں کے لئے نہ صرف اس قسم کی کوئی شرط نہ رکھی بلکہ اگر احمدی اپنی تکالیف پیش کرتے ہیں تو بھی عراق کے ہائی کمشنر اس میں دخل دینے کو اپنی

شان سے بالا سمجھتے ہیں۔ احمدیوں کو وہاں تبلیغ سے روکا جاتا ہے۔ اپنے گھر پر جلسہ کرنے سے روکا جاتا ہے۔ رسالوں کی اشاعت سے روکا جاتا ہے۔ لیکن آریوں اور مسیحیوں کو نہیں روکا جاتا۔ انگریز افسروں کو توجہ دلائی جاتی ہے مگر وہ یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں کہ آپ کو خاموشی سے وقت گزار دینا چاہیئے۔ مگر ہم تب جانتے اگر مسیحیوں کے راستہ میں روک ڈالی جاتی اور حکام ایسا ہی جواب دیتے۔

پس ہم نے گورنمنٹ سے کونسا فائدہ اور نفع اٹھایا ہے۔ اگر کوئی شخص ذرا بھی عقل سے کام لے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے نہ صرف کوئی فائدہ ہی نہیں اٹھایا بلکہ نقصان اٹھایا ہے۔ ایک طرف لوگوں سے دکھ اور مصیبتیں اٹھائیں۔ کیونکہ جب فسادی فساد کر رہے تھے تو احمدیوں کو الگ رہنے کی وجہ سے انہوں نے دکھ دئے۔ لوٹا اور مارا۔ دوسری طرف جب گورنمنٹ اٹھی تو اس نے احمدیوں پر جرمانے کئے۔ گویا ہم دونوں ہاتھوں سے لوٹے گئے اور دکھ دئے گئے۔ دائیں سے بھی اور بائیں سے بھی۔ اگر عدل اور انصاف کوئی چیز ہے تو ہم پر خوشامد کا الزام لگانے والے دیکھیں کہ ہم نے گورنمنٹ سے کیا فائدہ اٹھایا ہے۔ ہم نے نقصان تو اٹھائے ہیں مگر کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اگر کوئی کہے کہ تم پھر اس کے باوجود کیوں کہتے ہو کہ گورنمنٹ محسن ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ گورنمنٹ کا ہم پر کوئی ایسا احسان ہے جو دوسری جماعتوں سے ممتاز ہے بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے ماتحت ہمارے ساتھ وہ سلوک ہوتا ہے جو دوسری گورنمنٹوں سے اچھا اور ممتاز ہے۔ اور اس کے قانون ایسے ہیں کہ ان کے ماتحت ہم بڑھنے اور پھیلنے کا میدان کشادہ پاتے ہیں۔ مگر یہ فائدہ ایسا ہے کہ مسٹر گاندھی لالہ لاجپت رائے مسٹر محمد علی وغیرہ کو بھی جو گورنمنٹ کے خطرناک دشمن ہیں ویسا ہی پہنچ رہا ہے جیسا ہم کو پہنچتا ہے۔ ہم کو ان سے زیادہ نہیں۔ بلکہ اگر وہ لوگ مقابلہ پر آجائیں تو ہمیں نقصان ہی اٹھانا پڑتا ہے۔ فائدہ نہیں ہوتا۔ پس یہ کہنا کہ ہم گورنمنٹ کی خوشامد کرتے ہیں بالکل جھوٹ ہے۔ اگر لوگ ذرا بھی انصاف سے کام لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ ہم گورنمنٹ کی خوشامد کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اپنے بھائیوں کی ہمدردی کی وجہ سے اخلاص کے ساتھ انہیں مشورہ دیتے رہے ہیں نہ کہ اس لئے کہ گورنمنٹ ہمیں کچھ دیتی ہے گورنمنٹ کے بعض متعصب افسروں کا جو اپنے افسر ہونے سے زیادہ اپنے عیسائی ہونے کا خیال رکھتے ہیں تو یہ حال ہے کہ یہاں سے رفاہ عام کے ایک کام کے لئے درخواست کی گئی (اور وہ کام ایسا ہے جس کے لئے پادریوں کو لاکھوں روپیہ گورنمنٹ دیتی ہے) تو اس وقت کے کمشنر نے اس پر لکھا کہ اس جماعت کو مدد دینے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ بہت مال دار قوم ہے۔ گویا وہ لوگ جو کروڑ پتی ہیں اور لاکھوں روپیہ پادریوں کو عیسائیت کی تبلیغ کے لئے دیتے

ہیں۔ وہ تو غریب ہیں کہ گورنمنٹ پادریوں کو اس مد میں روپیہ دیتی ہے۔ مگر ہم احمدی ان سے زیادہ مال دار ہیں اس لئے ہمیں دینے کی ضرورت نہیں۔

ہم گورنمنٹ کی یا اس کے افسروں کی اس قسم کی باتوں پر اس لئے چپ رہتے ہیں کہ کسی قسم کا شور و شر اور فساد نہ ہو کیونکہ ہم مذہبا" فساد کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور آج بھی بالضرورت ان باتوں کا ذکر لایا ہوں تاکہ وہ لوگ جو ہمیں گورنمنٹ کا خوشامدی کہتے ہیں دیکھیں کہ وہ کیسے ظالم ہیں۔ پس ہم کو گورنمنٹ کی طرف سے نقصان پہنچے ہیں اور دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ تکلیف اٹھانی پڑی ہے۔ لیکن باوجود اس کے ہم اس اصل کو چھوڑ نہیں سکتے کہ امن سے رہیں اور ہم اس اصل کو نظرانداز نہیں کر سکتے کہ انسان کو خواہ کتنے ہی اعلیٰ فوائد حاصل ہوتے ہوں جن کے لئے اعلیٰ اخلاق چھوڑنے پڑتے ہوں تو ان فوائد کی کچھ پروا نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر دنیا کی بادشاہت بھی جاتی ہو اور ہمیں کہا جائے کہ تم اخلاق کو چھوڑ کر اسے بچا سکتے ہو تو ہم سلطنت کی کوئی پروا نہ کریں گے اور اخلاق نہ چھوڑیں گے اس اصل پر قائم رہنے کی ایک وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ خداتعالیٰ کی طرف سے ہمیں جو دین ملا ہے وہ ہمیں سب چیزوں پر مقدم ہے اور اس کی ہدایت ہے کہ جس ملک میں رہو اس میں قائم شدہ حکومت کے خلاف شورش مت کرو۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ اس طرح سوراج نہ ملے گا ہم کہتے ہیں سوراج تو الگ رہا اگر ہم سے قرآن کریم کی اتباع کرنے کی وجہ سے سب کچھ بھی چھٹ جائے تو ہم اس کی پروا نہ کریں گے اور ایک ہندوستان کیا اگر ہزار ہندوستان بھی جاتا ہے تو جانے دیں گے۔ مگر وہ جو یہ کہتا ہے کہ قرآن کریم کی اتباع کرنے سے ملک ہاتھ سے جاتا رہتا ہے جھوٹا ہے۔ کیا صحابہ کو ملک نہیں ملا تھا۔ پھر کیا انہوں نے بغاوتیں کی تھیں۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح کیا حضرت مسیح کے حواریوں کو ملک نہیں ملا تھا اور کیا انہوں نے بغاوتیں کی تھیں۔ خدا نے بادشاہوں کو حضرت مسیح کا پیرو بنا دیا تھا۔ اسی طرح ان لوگوں کو جو اسلام کے مٹانے کے لئے اٹھے اسلام کا حلقہ بگوش کر دیا۔ ترک کون ہیں۔ وہی جو اسلام کے دشمن بن کر اٹھے تھے۔ مگر خدا نے خود ان کو مسلمان بنا دیا۔ پس ہم صفائی کے ساتھ کہدینا چاہتے ہیں کہ جس رستہ پر ہم چل رہے ہیں حکومت اسی رستہ پر چل کر ملے گی۔ اس وقت جو حاکم ہیں خدا ان کی عقلوں کو کھول دے گا۔ اور صداقت اسلام کے قائل بنا دے گا اور ایک دن آئے گا جبکہ یہ لوگ سمجھیں گے کہ انسان کو خدا بنانا بہت بڑی غلطی تھی۔ پھر وہ دن آئے گا جب ان کو معلوم ہو گا کہ ہم نے حقیقی وفاداروں کو چھوڑ کر دوسروں کی خاطر انہیں دکھ دئے۔ اس وقت وہ خود شرمندہ ہو کر آئیں گے اور ہم سے معافی مانگیں گے اور ہمارے آگے ادب کے زانو تہ کر کے کہیں گے ہم کو اسلام میں داخل کرو کیونکہ اس کی صداقت ہم پر کھل گئی ہے ہماری ان بدسلوکیوں کو معاف کرو جو ہم تم سے کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ

خدا تعالیٰ نے ہماری آنکھوں پر سے پردہ اٹھا دیا ہے اور تمہاری اصل شکل ہمیں نظر آنے لگی ہے۔ تم کہو یہ کب ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہ ہم کو بتایا گیا ہے اور نہ ہمارے ہادی کو۔ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتایا گیا تھا ہاں یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح پہلے نبیوں کے وقت میں ہوا اسی طرح اب بھی ہوگا۔ یہ ہم نہیں جانتے کہ کب ہوگا۔ ہاں یہ جانتے ہیں کہ ضرور ہوگا۔

پس ہم کسی ذاتی فائدہ کے لئے کوئی مشورہ نہیں دیتے رہے۔ بلکہ جو بھی نصیحتیں کیں محض اخلاص اور محبت سے کیں۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے ان کو مانا نہیں اور آج اس کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ اب کیا ہو رہا ہے اس کا پتہ ان مظالم سے لگ سکتا ہے جو مالابار میں مسلمانوں پر ہندوؤں کے ہاتھوں ہوئے اور جن کی انتہا نہیں رہی۔ پہلے تو آپ ان کو کہا کہ گورنمنٹ کے مقابلہ میں کھڑے ہو جاؤ۔ اور سوراجیہ حاصل کرلو۔ مگر پھر غدر کے ایام کی طرح غداری کی اور گورنمنٹ سے مل گئے۔ اور شور ڈال دیا کہ ہم مارے گئے۔ ہم پر مسلمانوں نے یہ ظلم کئے یہ ستم توڑے۔ بے شک مسلمانوں میں سے بعض نے ہندوؤں پر ظلم کئے۔ مگر وہ ان مظالم کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جو ہندوؤں نے مسلمانوں پر کئے۔ لیکن افسوس کہ مسلمان اس پر بالکل خاموش رہے۔ اور غریب موپلوں کی کچھ بھی مدد نہ کی۔ پھر ملتان' امرتسر' الہ آباد کی طرف جو کچھ ہوا اس میں بھی مسلمانوں کو سخت سے سخت نقصان پہنچایا گیا۔ پھر ملکانوں کے علاقہ میں مسلمانوں کو جبر سے آریہ مرتد کر رہے ہیں اور ہندو ریاستیں اس کے لئے جبر کر رہی ہیں۔ آریہ ان کے علاقوں میں مسلمانوں کو مرتد بناتے ہیں تو کہتی ہیں کوئی حرج نہیں خوشی سے بنائیں۔ لیکن جب کوئی مسلمان جائے اور ارتداد کو روکنا چاہے تو کہہ دیتی ہیں بدامنی پیدا ہوتی ہے اور مسلمان مبلغوں کو نکال دیتی ہیں۔ یہ نتیجہ ہے ان غلط کاریوں کا جو مسلمانوں نے کیں کہ اپنی باگیں ہندوؤں کے ہاتھوں میں دے دیں۔ اب اگر انہیں ہندو سرمہ کی طرح پیس دیں اور غبار کی طرح ہوا میں اڑا دیں تو کوئی تعجب نہیں۔ مجھے اس دن کی امید تھی جس دن میں سنتا کہ غدر کے ایام کی طرح ہندو آگے بڑھتے اور گورنمنٹ سے کہتے ہیں کہ سب کچھ مسلمانوں نے کیا ہے ہم نے کچھ نہیں کیا۔ چنانچہ اب ایسا ہی ہو رہا ہے۔ خود ہندو فساد کرتے مسلمانوں سے لڑتے اور ان کو مارتے ہیں۔ اور پھر جاکر حکام کے پاس شور ڈالتے ہیں کہ مسلمانوں نے ہمیں مار دیا۔ انگریز ایک تو تیسری قوم ہے اور پھر اس کا اس اصل پر عمل ہے کہ جو اونچی آواز سے چلائے گا اسی کی سنی جائے گی۔ اس لئے ہندو اپنی سنا لیتے ہیں اور مسلمان یہ کہتے ہیں کہ ہم اس گورنمنٹ کے پاس کیوں جائیں جس سے ہم نے ترک موالات کیا ہوا ہے۔ مگر ہندو باوجود نان کوآپریٹر کہلانے کے جاتے ہیں۔ اور جاکر مسلمانوں کی شکائتیں کرتے ہیں۔ اس وجہ سے مسلمان پکڑے جاتے ہیں۔ اور اگر حکام اپنی تفتیش کے ماتحت ہندوؤں کو پکڑتے بھی ہیں تو وہ عجیب عجیب

دھوکے دیکر نکل جاتے ہیں جیسا کہ امرتسر میں ہی ہوا۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کو کہدیا کہ چلو آپس میں لڑائی ہوگئی تو کیا ہوا۔ گورنمنٹ کو دخل دینے کا موقع نہیں دینا چاہیئے اور اس کا طریق یہ ہے کہ مسلمان ہندو ملزموں کو شناخت نہ کریں اور ہندو مسلمان ملزموں کو نہ پہچانیں۔ اس پر مسلمانوں نے تو کہدیا کہ ہم ہندو ملزموں کو نہیں پہچانتے اس لئے وہ رہا ہو گئے لیکن ہندوؤں نے سب کے نام لکھوا دیئے اور وہ پکڑے گئے۔ تو مسلمان اس وقت ہر طرف سے مار پر مار کھا رہے ہیں مگر ہوش نہیں کرتے۔ ایک گڑھے کے بعد دوسرے گڑھے میں گر رہے ہیں مگر ابھی تک انہیں سمجھ نہیں آتی۔ روزانہ پیش آنے والے واقعات ہی کوئی معمولی نہیں۔ مگر سب سے زیادہ اثر مجھ پر پنڈت موتی لال صاحب نہرو کی ایک تقریر نے کیا ہے اور میری آنکھوں کے سامنے غدر کا نمونہ پھر گیا ہے۔ پنڈت صاحب ایک بہت بڑے لیڈر ہیں انہوں نے اپنی ایک تقریر میں جو ہندو مسلم اتحاد کے متعلق تھی کہا ہے کہ اگرچہ میں خود ایک سچا ہندو ہوں تاہم اسلامی تہذیب و شائستگی اور مذہب اسلام کی روایات جمہوریت کا بڑا مداح ہوں۔ یہ کہکر انہوں نے مسلمانوں سے اپنی ہمدردی اور خیر خواہی جتائی ہے۔ مگر اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اصل میں تو میں ہندو ہی ہوں۔ اور ہندوؤں کا ہی خیر خواہ ہوں۔ اور انہی کی تائید کے جذبات میرے دل میں اٹھتے ہیں مگر پہلے مسلمانوں کو ساتھ ملا کر ہندوستان کی حکومت ملنے دو پھر ان کو نکالیں گے۔ ابھی کیوں ان کو الگ کرتے ہو۔ اور دوسری تقریر میں غدر جیسی غداری والی بات کہی ہے۔ اور وہ یہ کہ افسوس مسلمان بھائیوں نے اپنے علماء کو اپنے سیاسیات میں بہت آزادی دے دی۔ جس کا نتیجہ برا نکلا ہے۔ میں ان سے التجا کروں گا کہ انہیں آئندہ اس بات پر اصرار کرنا چاہیئے کہ علماء سیاسیات میں ہاتھ ڈالنے سے احتراز کریں۔ گو پنڈت صاحب کے نزدیک سارا فساد مولویوں کا پیدا کردہ ہے اس لئے ان کو سیاسیات میں نہیں آنے دینا چاہیئے لیکن ادھر مولویوں کا یہ حال ہے کہ مولوی ابوالکلام آزاد' مولوی آزاد سبحانی' مولوی ثناء اللہ' مولوی ابراہیم وغیرہ کی زبانیں گھس گئی ہیں لوگوں کی خوشامدیں کرتے کہ ہندو خواہ کچھ کریں۔ تم اتفاق و اتحاد سے رہو اور اگر عملاً نہیں تو عقلاً جبہ سائی کرتے کرتے ان کی پیشانیوں پر گٹے پڑ گئے ہیں۔ مگر نہرو صاحب سے انہیں یہ انعام ملا ہے کہ سارا فساد مولویوں کا پیدا کیا ہوا ہے ان کو سیاسیات میں ہی نہ آنے دو۔ حالانکہ تھوڑا ہی عرصہ پہلے انہیں مولویوں کو منتیں کر کرکے لاتے اور گورنمنٹ کے خلاف فتوئ لیتے تھے۔ مگر اب کہتے ہیں ان کو سیاست میں آنے ہی نہ دو بلکہ باہر نکال دو۔ میرے نزدیک مولوی صاحبان اسی سلوک کے مستحق ہیں۔ کیونکہ جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دروازہ چھوڑ کر گاندھی کے دروازہ پر جاتا ہے اسے جتنی بھی سزا ملے اس کا وہ مستحق ہے۔ مگر یہ جھوٹ ہے کہ مولویوں نے تفرقہ ڈلوایا ہے یا ڈلواتے ہیں وہ تو آج بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ ہندو جو کچھ کریں ہم ان

کے پیچھے چلنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر اب مسلمان ان کی نہیں مانتے۔ کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا ہے کہ ہندو دوستی کے پردہ میں ان کی جڑیں کاٹنا چاہتے ہیں۔ امرتسر میں مولوی ثناء اللہ نے اور سیالکوٹ میں مولوی ابراہیم نے ہندوؤں سے متحد ہو کر رہنے کے وعظ کئے۔ ادھر ابوالکلام صاحب اور سبحانی صاحب سی آر داس کا دامن نہیں چھوڑتے اور ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔ مگر باوجود اس کے سارا الزام ان پر لگایا جاتا ہے کہ یہی لوگ فتنہ پھیلاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ان کو سیاست سے علیحدہ کر دینا چاہیئے۔ جب گورنمنٹ کے خلاف فتوے لینے کی ضرورت تھی تو اس وقت مسٹر گاندھی بھی مولوی عبدالباری صاحب کو اپنے پاس بٹھاتے تھے۔ اور سارے ہندو لیڈر کہتے تھے کہ اگر سوراجیہ ملے گا تو علماء کے ذریعہ ہی ملے گا۔ لیکن اب جبکہ اس میں ناکامی ہوئی ہے اور کسی اور رستہ کی تلاش ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ ان مولویوں کی وجہ سے ہی ناکامی ہوئی ہے اور اس طرح سارا الزام مولویوں پر لگا دیا گیا ہے۔ میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ مولوی سیاست میں دخل نہ دیں تاکہ کم از کم ان کے فتوؤں سے عام لوگ تو گمراہ نہ ہوں مگر یہ غلط ہے کہ ان کی وجہ سے سوراجیہ کا کام خراب ہوا ہے۔ وہ تو لیڈروں کے غلام بنے پھرتے ہیں۔ اور کیوں نہ پھریں۔ وہ جو پہلے ان لیڈروں کی مجالس میں بار تک نہ پاتے تھے اور عضو معطل کی طرح پڑے رہتے تھے۔ وہ جب سٹیج پر بلائے گئے ان کی آؤ بھگت کی گئی تو وہ اسی پر خوش ہو گئے ورنہ وہ جو صرف لیٹ رہنا اپنا کام سمجھتے تھے انہوں نے کیا کیا۔ اور کر کیا سکتے تھے۔ جو کچھ کیا سیاسی لیڈروں نے کیا۔ مگر جب نقصان ہوا تو سارا الزام مولویوں کے ذمہ لگا دیا۔ مگر تعجب ہے کہ پنڈت صاحب نے باوجود ادعائے بے تعصبی کے اتنا نہ سوچا کہ اگر مولویوں نے سیاست میں دخل دیا ہے تو پنڈتوں نے بھی تو دیا ہے۔ اگر شنکرا چاریہ کا سیاست میں دخل دینا سیاسی معاملات کو خراب نہیں کرتا تو مولویوں کا دخل دینا کیوں خراب کرتا ہے۔ مولویوں پر یہ الزام ان کے لئے اس امر کی سزا ہے کہ انہوں نے نفسانی خواہشات کے لئے قرآن کریم کو بدنام کیا مگر جس اصل کے ماتحت ان پر الزام لگایا گیا ہے وہ جھوٹ ہے اور ظلم ہے اور اس سے بھی زیادہ ظلم یہ ہے کہ صرف مولویوں کو ملزم قرار دیا گیا اور شنکرا چاریہ جیسے مشہور سیاسی پنڈت کے متعلق ایک لفظ تک نہیں کہا گیا۔ اس لئے کہ سارے کا سارا الزام مسلمانوں پر قائم رہے۔ کیا ہندو مسلم اتحاد کا یہی نتیجہ ہونا چاہیئے مسلمان خود سوچ سکتے ہیں۔ صلح کا ہم سے بڑھ کر کوئی خواہش مند نہیں۔ ہمارے ہی امام نے سب سے اول صلح کا پیغام دیا مگر ہم کہتے ہیں اپنے اپنے حقوق معین کرکے ہی صلح ہو سکتی ہے۔ اگر ہمارے بتائے ہوئے اصل کے ماتحت ہندو مسلمان چلتے تو کبھی جھگڑا نہ ہوتا۔ اور حقیقی صلح ہوتی لیکن چونکہ اس کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ حالت ہوئی جو نظر آ رہی ہے۔ ہاں اس اصل کے ماتحت جو صلح ہوتی۔ وہ ہندوؤں سے ہی نہ ہوتی بلکہ انگریزوں سکھوں اور

دوسری سب قوموں سے بھی ہوتی۔ اب خداتعالیٰ نے تجربہ کے بعد بتا دیا ہے کہ صلح اس طریق سے ہرگز نہیں ہو سکتی جو اختیار کیا گیا ہے چونکہ ہمیں اب بھی امید ہے کہ خداتعالیٰ لوگوں کی آنکھیں کھول دے اور وہ صلح کے صحیح طریق پر عمل کریں۔ اس لئے ہمارا حق ہے کہ انہیں بتائیں تاکہ ان کے نقصان اٹھانے کا جو اثر ہم پر پڑتا ہے۔ اس سے ہم محفوظ رہیں۔ آج جس طرح ملازمتوں سے تجارتوں سے اور دوسرے کاروبار سے دوسرے مسلمان محروم کئے جا رہے ہیں۔ اسی طرح احمدی بھی الگ کئے جا رہے ہیں۔ حکومت کی باگ کلی طور پر ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے جو جس طرح چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

پس ہمارا حق ہے کہ ہم آواز اٹھائیں تاکہ مسلمان پھر کوئی غلطی نہ کریں اور ان کے ساتھ ہمیں بھی نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ بلکہ بعض حالتوں میں تو ہمیں زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ مثلاً ملکانوں کے ارتداد کا نقصان ہم کو اٹھانا پڑا ہے یا ان کو؟ ملکانے تھے تو غیر احمدی لیکن چونکہ دین کی خدمت کرنے والے ہم ہی تھے۔ اس لئے ہمیں ہی ان کے لئے قربانی کرنی پڑی۔ چنانچہ اس وقت سب سے زیادہ علاقہ ہمارے پاس ہے۔ سب سے زیادہ ہمارے آدمی کام کر رہے ہیں اور سب سے زیادہ تکالیف ہم اٹھا رہے ہیں۔ ریاستوں کا مقابلہ ہم کر رہے ہیں۔ جب مصائب اور تکالیف ہم پر بھی آتی ہیں تو کیوں ہم خطرہ کے وقت آواز نہ اٹھائیں۔ پس ایک طرف تو میں اپنی جماعت کو کہتا ہوں کہ دیکھو تم لوگوں کو شور و شر کے زمانہ میں عقل سے کام لینے اور میری بات ماننے سے کیا فائدہ ہوا۔ اور تم کس طرح خوش ہو کہ تم نے اپنے ضمیر کا خون نہیں کیا۔ دوسری طرف میں مسلمانوں کو کہنا چاہتا ہوں کہ اگر صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں سمجھتے۔ اب بھی اگر آپ لوگ سمجھیں تو کوئی تمہیں بھولا ہوا نہیں کہے گا۔ خداتعالیٰ ہماری جماعت کے قدم کو بھی صدق و صفا پر قائم رکھے اور ان لوگوں کو بھی سمجھ عطا کرے جو گو ہمیں مارتے پیٹتے ہیں مگر ہمارے ساتھ اس نام میں شریک ہیں جو خداتعالیٰ نے خود اپنے بندوں کے لئے تجویز فرمایا ہے۔ خداتعالیٰ ان کو **بما کسبت ایدیکم** کی سزا سے محفوظ رکھے۔ وہ صحیح رستہ پر چلیں اپنے اور پرائے دوست اور دشمن میں فرق کر سکیں اور اپنے نفسانی جوشوں سے اسلام کو بدنام نہ کریں۔

(الفضل ۳۱ر اگست ۱۹۲۳ء)